دو مظلوم صحابی رضؓ

عبدالہادی عبدالخالق مدنیؔ

دارالاستقامة

کاشانۂ خلیق، اٹوابازار، سدھارتھ نگر، یوپی

الصحابيان المفترى عليهما

ثعلبة بن حاطب وولید بن عقبة رضي الله عنهما

دو مظلوم صحابی

ثعلبہ رضی اللہ عنہ اور ولید رضی اللہ عنہ

اِعداد

عبدالہادی عبدالخالق مدنی

کاشانۂ خلیق۔اٹوابازار۔سدھارتھ نگر۔یوپی۔انڈیا

داعی احساء اسلامک سینٹر۔سعودی عرب

موبائیل:0509067342 (00966)

فہرست مضامین

المحتويات	صفحه	موضوعات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُقَدِّمَہ

محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ آسمان انسانیت پر طلوع ہونے والے وہ سورج تھے جس کی مثال دنیا نے صرف ایک بار دیکھی۔ دوبارہ ایسا سورج طلوع ہونے سے دنیا مایوس ہوچکی ہے۔لیکن تاریخ کا ایک طالب علم یہ دیکھ کر انتہائی حیران ہوتا ہے کہ کس کس طرح تاریخ کی صورت بگاڑی گئی ہے۔ابولؤلؤ کے بھائیوں،عبداللہ بن سبا کے شاگردوں اور آتش پرست مجوسیوں نے اسلام کا مقابلہ کھلے میدان میں رو برو اور دو بدو کرنے کی ہمت نہ پا کر اس سے کس طرح زیرزمین جنگ کی ہے۔اسلام میں وہ کچھ داخل کیا ہے جو اسلام کا حصہ نہ تھا۔اسلامی رجال کی سیرتوں سے وہ چیزیں چسپاں کردی ہیں جو ان کے اخلاق میں شامل نہ تھے اور اس طرح پورا اسلام اور پوری اسلامی تاریخ بدل کے رکھ دی اور حقیقت کو دنیا کی نگاہوں سے دور باطل کی تاریکیوں میں گم کردیا ہے۔

لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اس نے دین کی حفاظت کی ذمہ داری خود لے رکھی ہے اس لئے عالم کفر کی تمام سرتوڑ کوششوں اور شب وروز کی ساری

جدو جہد کے باوجود آج بھی اسلام کا روشن چہرہ کتاب وسنت کے صفحات میں اپنی تابانیاں بکھیرے ہوئے ہے۔مگر افسوس اس بات پر ہے کہ لوگوں کو اس خالص چشمہ کا پتہ نہیں یا پھر انھیں اس سے گمراہ کر دیا گیا ہے۔اگر صرف بات ان لوگوں تک محدود ہوتی جن کا دل ودماغ اسلام کی خوبیوں سے بیگانہ ہے اور جن کو اپنے شرکیہ اور کفریہ ماحول کی بنا پر اسلام کی عظمت ورفعت کا شعور وادراک نہیں تو وہ معذور سمجھے جاسکتے ہیں مگر وہ لوگ جو اسلام کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں اس کے باوجود انھیں اپنی تاریخ کا اور صحابہ کی عظمتوں کا علم نہیں وہ کبھی قابل عفو نہیں ہوسکتے۔

پھر جہاں تک شیعوں اور روافض کی بات ہے تو وہ اپنی صحابہ دشمنی میں معروف ہیں اور اسلام سے ان کا تعلق ہر مسلمان پر عیاں ہے لیکن افسوس تو یہ ہے کہ اہل سنت میں بھی بعض ایسی بے سند روایات جگہ پا گئی ہیں جن میں بعض افراد صحابہ پر کھلا طعن موجود ہے۔ستم بالائے ستم یہ کہ ان روایات کی اس قدر شہرت ہے کہ اگر کوئی انکار کرے تو لوگ اس کے انکار پر تعجب کریں گے۔ایسا معلوم ہوگا جیسے وہ کسی بدیہی حقیقت کا انکار کر رہا ہو۔

زیر نظر کتابچہ ایسی ہی برخود غلط بعض روایات کی تردید میں مظلوم صحابہ رضی اللہ عنہم کے دفاع کی ایک مخلصانہ کوشش ہے۔اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

یہ سچ ہے کہ اس مختصر سے رسالہ میں اس موضوع کا حق تو نہیں ادا کیا جا سکتا لیکن ممکن ہے کہ کسی رہ نوردشوق کے لئے یہ روشنی کی کرن ثابت ہو اور اس کی راہ متعین کر دے۔

یہ کتابچہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ سے متعلق ہے اور دوسرا حصہ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے۔ دراصل دونوں الگ الگ مضمون ہیں لیکن دونوں میں صحابہ کی مظلومیت اور ان کے دفاع کی قدر مشترک کو سامنے رکھتے ہوئے انھیں یکجا کر دیا گیا ہے۔

پہلے مضمون کا قصہ یہ ہے کہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی تعلیمی زندگی میں غالباً ۱۹۹۲ء کی بات ہے میرے ایک بزرگ نے ایک دن مجھے عربی کا ایک کتابچہ دیا جس کا عنوان کچھ یوں تھا ''**الشهاب الثاقب في الذب عن الصحابي الجليل ثعلبة بن حاطب** رضی اللہ عنہ'' آنجناب نے مجھ سے اس کا مطالعہ کر لینے کے بعد اسے اردو کے قالب میں منتقل کرنے کے لئے کہا تا کہ وہ اردو داں طبقہ جو عربی سے نا آشنا ہے اس سے استفادہ کر سکے۔ چنانچہ میں نے اس کا ترجمہ کیا لیکن بعد میں اپنے طور پر اس کی ترتیب وتہذیب کی۔ چونکہ یہ قصہ تفسیر کی بیشتر کتابوں میں مذکور ہے اور واعظین عموماً اسے اپنی مجلسوں میں بیان کیا کرتے ہیں، نیز شاید ایسے لوگوں کی تعداد ہزار میں ایک بھی نہیں جو اس

قصہ کی حقیقت جانتے ہوں ، یہ سارے اسباب میرے لئے مہمیز عمل ثابت ہوئے اور میں نے اپنی تمام طالب علمانہ مصروفیات کے باوجود اس پر کام کیا اور اسے اپنے مادر علمی جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں مہاراشٹر کے ترجمان ماہنامہ ''مجلّہ صوت الحق'' میں شائع کرایا۔ اب دوبارہ وہی مضمون کافی مفید اضافوں کے ساتھ کتابی شکل میں آپ کے سامنے ہے۔

جہاں تک دوسرے مضمون کا تعلق ہے جو ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے تو وہ امام ابن العربی رحمہ اللہ کی مشہور عالم کتاب العواصم من القواصم پر علامہ محبّ الدین خطیب رحمہ اللہ کی تعلیقات کا ترجمہ ہے۔ البتہ حسب ضرورت اس میں تصرف سے کام لیا گیا ہے اور حاشیہ میں مفید اضافے کئے گئے ہیں۔

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن دارالاستقامہ اٹوا بازار کے زیر نگرانی اور خلیق دارالمطالعہ کے زیر اہتمام ۲۰۰۸ء میں شائع ہوا اور الحمد للہ اسے کافی پذیرائی اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ اب دوبارہ اسے نئی ترتیب اور مفید ترمیم واضافے کے بعد شائع کیا جارہا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے بعد ان تمام بزرگان اور احباب کے شکر گذار ہیں جن کا تعاون کسی بھی شکل میں اس کتاب کے منظر عام تک لانے میں رہا ہے اور دعا گو ہیں کہ یہ رسالہ مسلمانوں کے درمیان پھیلے ہوئے غلط

افکار ونظریات اورتصورات وعقائد کی تصحیح میں بھرپور کردار ادا کرے اور اپنے مؤلف، مراجع، قاری اور ناشر ہرایک کے لئے ذخیرۂ آخرت اور میزان عمل کو وزنی کرنے کا وسیلہ بنے اور اللہ کے نیک بندوں میں فروغ عام اور قبولیت تام حاصل کر کے ان کی اصلاح ومنفعت کا ذریعہ ثابت ہو۔

آمین یارب العالمین۔

دعاگو

عبدالہادی عبدالخالق مدنی

کاشانۂ خلیق۔اٹوابازار۔سدھارتھ نگر۔یوپی۔انڈیا

داعی احساء اسلامک سینٹر۔سعودی عرب

موبائیل:0509067342 (00966)

پہلے مظلوم صحابی

ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ

پہلے مظلوم صحابی

ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ

تعارف: (۱)

نسب نامہ: ثعلبہ بن حاطب بن عمرو بن عبید بن أمیہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف الأنصاری الأوسی رضی اللہ عنہ

آپ انصار کے مشہور قبیلہ أوس اور معروف خاندان بنو أمیہ بن زید سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کی والدہ کا نام ونسب اس طرح ہے: امامہ بنت الصامت بن خالد بن عطیہ بن حوط بن حبیب بن عمرو بن عوف۔ تاریخ کی کتابوں میں آپ کی دو بیویوں اور ان کی اولاد کا ذکر ملتا ہے۔

---

۱ تفصیل کے لئے دیکھئے: طبقات ابن سعد ۳/۴۶۰، الاستیعاب ۱/۲۰۰، تجرید أسماء الصحابہ ۱/۶۶ جمہرۃ أنساب العرب ص ۳۳۴، سیرت ابن ہشام ۱/۶۸۸، عیون الأثر ۱/۲۷۵، الاصابہ ۱/۱۹۸، الثقات ۳/۳۶، المعجم الکبیر للطبرانی ۲/۸۲، مغازی الواقدی ۱/۱۵۹، أسد الغابہ ۱/۲۸۳، ۲۸۵

۱۔ ایک بیوی جو بنو واقف کے خاندان سے تھیں، ان سے تین بچوں عبید اللہ، عبد اللہ، اور عمر کا نام ملتا ہے۔

۲۔ دوسری بیوی قبیلۂ غطفان کی تھیں، ان کا نام لبابہ بنت عقبہ بن بشیر تھا۔ ان سے چار اولاد ہوئیں جن کے نام رفاعہ، عبدالرحمٰن، عیاض اور عمیرہ ہیں۔

ہجرت مدینہ کے بعد جب اللہ کے رسول ﷺ نے انصار اور مہاجرین کے مابین مواخات (بھائی چارگی) کا عمل انجام دیا تو اس وقت ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ کے واسطے معتب بن حمراء رضی اللہ عنہ کو بھائی قرار دیا جو قبیلۂ خزاعہ کے تھے اور بنو مخزوم کے حلیف تھے۔

تاریخ کی کتابوں میں ان کے ایک بھائی کا بھی ذکر ملتا ہے جن کا نام حارث تھا۔ ان کے بارے میں ابن سعد نے لکھا ہے کہ وہ غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے تو ان کو اللہ کے رسول ﷺ نے کوئی چیز بنو عمرو بن عوف میں پہنچانے کے لئے بھیج دیا اور غزوۂ بدر کے مال غنیمت میں سے ان کا بھی حصہ لگایا اور انھیں بھی عطا کیا۔ اسی طرح یہ احد، خندق، حدیبیہ اور خیبر میں بھی شریک ہوئے اور خیبر میں شہادت پائی۔

مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ ثعلبہ رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔

بعض نے غزوۂ احد میں بھی ان کی شرکت کا ذکر کیا ہے۔ البتہ ان کی وفات سے متعلق علماء تاریخ مختلف نظر آتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ غزوۂ احد میں شہید ہوئے، جب کہ دوسروں کی رائے یہ ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں شہادت پائی۔

ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ کی فضیلت کئی اعتبار سے ہے۔ ایک تو ان کے صحابی ہونے کی وجہ سے، دوسرے ان کے انصاری ہونے کی وجہ سے، تیسرے ان کے بدری ہونے کی وجہ سے۔

صحابہ کی فضیلت میں آیات واحادیث بہ کثرت اور معروف ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے لئے منتخب کرلیا تھا اور قرآن میں ان کے لئے اپنی رضا کا اعلان کیا ہے نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے زمانہ کے لوگ سب سے بہتر ہیں۔

انصار کے فضائل بھی کتاب وسنت میں بہت زیادہ ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین اور دین اسلام کی بھرپور نصرت کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی فضیلت میں ارشاد فرمایا: انصار جس وادی اور گھاٹی میں چلیں گے میں بھی چلوں گا اور اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار کا ایک فرد ہوتا۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ انصار کی محبت ایمان کی علامت ہے اور

انصار سے بغض ونفرت نفاق کی علامت ہے۔

جہاں تک بدری صحابہ کی فضیلت کی بات ہے تو رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو دیکھ کر ارشاد فرمایا: جو چاہو کرو تمھارے لئے جنت واجب ہو چکی ہے، دوسرے الفاظ اس طرح ہیں کہ میں نے تمھیں بخش دیا ہے۔ تیسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ بدر میں حاضر رہنے والا جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔

فضائل سے متعلق اب تک جتنی روایات کا ذکر کیا گیا ہے سب صحیح ہیں اور بخاری ومسلم نیز مسند احمد میں مذکور ہیں۔

اس مختصر تعارف کے بعد آیئے اس قصہ کا ذکر کیا جائے جسے واعظین اور قصہ گو مقررین حضرات بیان کیا کرتے ہیں۔

داستان مظلومیت:

روایت ہے کہ ثعلبہ بن حاطب انصاری رضی اللہ عنہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ سے میرے مال میں فراوانی اور میری رزق میں وسعت وفراخی کی دعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا: ثعلبہ! اللہ تجھ پر رحم کرے، وہ کم جس کا شکر ادا کرسکو اس زیادہ سے بہتر

ہے جس کے تحمل کی تم میں طاقت نہ ہو۔ یہ دوبارہ آئے اور اپنی بات دہرائی تو آپ ﷺ نے ان سے کہا: کیا تمھارے لئے مجھ میں بہترین اسوہ نہیں؟ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میں چاہوں کہ پہاڑ سونا اور چاندی بن کر میرے ساتھ ساتھ چلیں تو چلیں گے۔ چنانچہ خاموش ہو گئے۔

کچھ دنوں کے بعد ایک دفعہ پھر آئے اور طلب مال کی وہی پرانی بات دہرائی اور کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مال عطا کیا تو میں ہر حقدار کو اس کا حق ادا کروں گا۔ چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔

راوی کا بیان ہے کہ انھوں نے بکری پالی۔ اس کی ایسی افزائش ہوئی جیسے کیڑوں کی ہوتی ہے۔ اب وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف صلاۃ ظہر اور عصر پڑھتے تھے بقیہ صلاتیں اپنی بکریوں میں پڑھا کرتے تھے پھر مزید افزائش ہوئی تو اور سست ہو گئے۔ جمعہ اور جماعت میں بھی حاضر نہیں ہوتے تھے۔ ہاں جب جمعہ کا دن آتا لوگوں سے مل کر خبریں پوچھ لیا کرتے۔

ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ثعلبہ کا ذکر کیا اور ان کے بارے میں لوگوں سے دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ اے اللہ کے رسول! ثعلبہ نے اتنی بکریاں پال لی ہیں کہ ان کے لئے وادیاں تنگ ہو رہی ہیں۔ اللہ کے رسول

ﷺ نے کہا: ہائے ثعلبہ! ہائے ثعلبہ! ہائے ثعلبہ!

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرضیت زکاۃ کی آیت نازل فرمائی اور اللہ کے رسول ﷺ نے بنو سلیم کے ایک اور بنو جہینہ کے ایک (دو آدمیوں) کو زکاۃ کی وصولی کے لئے بھیجا۔ انھیں نصاب زکاۃ لکھ کر دیا اور کہا: ثعلبہ بن حاطب اور بنو سلیم کے فلاں شخص کے پاس جانا اور ان دونوں کے صدقات وصول کرنا۔ چنانچہ وہ دونوں ثعلبہ کے پاس پہنچے۔ ان کو اللہ کے رسول ﷺ کا پیغام سنایا اور زکاۃ طلب کی۔ ثعلبہ نے کہا: یہ تو جزیہ ہے۔ یہ تو جزیہ جیسی بات ہے۔ جاؤ دوسروں سے فارغ ہو کے میرے پاس آنا۔ وہ دونوں آگے بڑھ گئے۔ جب بنو سلیم کے آدمی نے ان کے بارے میں سنا تو اس نے اپنے اچھے اچھے اونٹ صدقہ کے لئے الگ کر دیئے۔ اور صدقہ کے ساتھ ان دونوں کا استقبال کیا۔ انھوں نے کہا: یہ تم پر واجب نہیں (یعنی اوسط سے بڑھ کر اچھے اچھے اونٹ تم پر واجب نہیں)۔ اس نے کہا اسے لے لو اسے میں بہ طیب خاطر دے رہا ہوں۔

وہ دونوں دوسرے لوگوں کے پاس بھی گئے اور ان سے زکاۃ وصول کی۔ پھر ثعلبہ کے پاس لوٹ کر آئے تو اس نے کہا: مجھے خط دکھاؤ۔ اسے پڑھا پھر کہا: یہ تو جزیہ ہے۔ یہ تو جزیہ جیسی بات ہے۔ تم دونوں جاؤ میں غور کرتا

ہوں۔

جب وہ دونوں واپس ہوئے اور اللہ کے رسول ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ نے ان کو دیکھ کر گفتگو سے پہلے ہی کہا: ہائے ثعلبہ! پھر بنو سلیم کے آدمی کے لئے خیر و برکت کی دعا کی۔اس کے بعد ان دونوں نے آپ کو ثعلبہ کے بارے میں تفصیلات بتائیں۔پھر قرآن پاک کی یہ آیات نازل ہوئیں۔

﴿وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ آتَانَا مِنْ فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصَّالِحِيْنَ فَلَمَّا آتَاهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ بَخِلُوْا بِهِ وَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقاً فِي قُلُوْبِهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ بِمَا أَخْلَفُوْا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ﴾توبہ/ ۷۵۔۷۷

(ان میں بعض ایسے بھی ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر اس نے اپنے فضل سے ہم کو نوازا تو ہم خیرات کریں گے اور صالح بن کر رہیں گے۔مگر جب اللہ نے اپنے فضل سے ان کو دولت مند کر دیا تو وہ بخل پر اتر آئے اور اپنے عہد سے ایسے پھرے کہ انھیں اس کی پروا تک نہیں۔نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی اس بدعہدی کی وجہ سے جو انھوں نے اللہ کے ساتھ کی اور اس جھوٹ کی وجہ سے جو وہ بولتے رہے، اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق بٹھا دیا، جو اللہ کے حضور ان کی پیشی کے دن تک ان کا پیچھا نہ چھوڑے گا)۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کے پاس ثعلبہ کے قرابت داروں میں سے ایک شخص موجود تھا۔ وہ یہ بات سن کے بھاگتا ہوا ثعلبہ کے پاس پہنچا اور کہا: ثعلبہ تم برباد ہوئے۔ تمھارے بارے میں ایسی اور ایسی آیت نازل ہوئی ہے۔ ثعلبہ بہت پچھتائے اور نبی ﷺ کے پاس اپنا صدقہ لے کر آئے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے تمھارا صدقہ قبول کرنے سے منع کر دیا ہے چنانچہ وہ حسرت وندامت سے اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے کہا: یہ تو خود تمھارا عمل ہے۔ میں نے پہلے ہی تم سے کہا تھا لیکن تم نے میری ایک نہ مانی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کا صدقہ قبول کرنے سے انکار کر دیا تو اپنے گھر لوٹ آئے۔

پھر رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی اور آپ نے ان کا صدقہ قبول نہیں کیا اس کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور آیا۔ ثعلبہ ان کے پاس بھی اپنا صدقہ لے کر آئے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنی حیثیت اور انصار میں اپنے مقام کا حوالہ دے کر اپنا صدقہ قبول کرنے کی درخواست کی۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم سے اللہ کے رسول ﷺ نے قبول نہیں کیا، میں کیسے قبول کرلوں؟ چنانچہ ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی وفات پا گئے اور صدقہ قبول نہیں کیا۔

پھر جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ثعلبہ ان کے پاس آئے اور کہا: اے

امیر المؤمنین! میرا صدقہ قبول فرمایئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کیا، نہ ہی ابوبکر رضی اللہ عنہ نے، میں کیسے قبول کرلوں؟ چنانچہ یہ بھی وفات پاگئے اور صدقہ قبول نہیں کیا۔

پھر عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ آیا۔ ثعلبہ ان کے پاس آئے اور اپنا صدقہ قبول کرنے کی درخواست کی۔ انھوں نے جواب دیا: اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کیا، نہ ہی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم نے، میں کیسے قبول کرلوں؟ چنانچہ اسی حالت میں عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ثعلبہ ہلاک ہوا۔

قصہ کی اسنادی حیثیت کا تحقیقی جائزہ:

یہ قصہ تین سندوں سے مروی ہے:

☆ ایک ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے[1] اور مذکورہ سیاق انھیں کی

---

[1] ملاحظہ ہو تفسیر طبری ۱۰/ ۱۳۰، أسد الغابہ ۱/ ۲۸۳-۲۸۵، استیعاب ۱/ ۲۰۱، محلی ۱۱/ ۲۰۸، المعجم الکبیر للطبرانی اور دلائل النبوۃ للبیہقی۔ نیز سیوطی نے الجامع الصغیر میں اس کو بغوی، ماوردی، ابن قانع، ابن السکن اور ابن شاہین کی طرف منسوب کیا ہے۔ شوکانی نے فتح القدیر میں (۲/ ۳۸۵) ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ عسکری، ابو نعیم اور ابن مردویہ کی طرف منسوب کیا ہے۔

روایت کا ہے۔

اس کی سند اس طرح ہے: معان بن رفاعہ نے علی بن یزید سے، انھوں نے قاسم بن عبدالرحمٰن سے، اور قاسم نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

سند پر جرح: یہ سند بہت ضعیف ہے۔ اس کا راوی علی بن یزید جس کی کنیت ابوعبدالملک اور نسبت الألہانی ہے، سارے علمائے جرح وتعدیل کے نزدیک بہ اتفاق رائے ضعیف ہے۔(۱)

نیز امام ابن حبان فرماتے ہیں: جس روایت کی سند میں عبیداللہ بن زحر، علی بن یزید اور قاسم بن عبدالرحمٰن جمع ہو جائیں تو وہ روایت بس انھیں کے ہاتھوں کا کیا دھرا ہے۔(۲)

☆ اس قصہ کی دوسری سند ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے۔(۳) جس میں یہ قصہ مختصر طور پر بیان ہوا ہے، اس کے اندر مذکورہ تفصیلات نہیں ہیں۔

سند یوں ہے: محمد بن سعد نے اپنے باپ سے سنا کہ اس نے اپنے چچا

۱؎ ملاحظہ ہو المغنی للذہبی ص ۴۵۷، تہذیب التہذیب ۷/ ۳۹۷، میزان الاعتدال ۳/ ۱۶۱، التاریخ الکبیر ۶/ ۳۰۱، الضعفاء للعقیلی ۳/ ۲۵۴، الجرح والتعدیل ۷/ ۹

۲؎ المجروحین ۲/ ۶۳

۳؎ تفسیر طبری ۱۰/ ۱۳۰

سے سنا کہ اس کو اس کے باپ نے اپنے باپ سے بیان کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ قصہ بیان فرمایا۔

سند پر جرح: یہ سند ایک دم ساقط ہے۔ اس کی حیثیت محدثین کے نزدیک لید (گوبر) کے برابر بھی نہیں ہے۔ کیونکہ سند میں کسی کا نام ظاہر نہیں کیا گیا ہے۔ نیز یہ پورا خاندان عوفیوں کا خاندان ہے جس کے بارے میں محدثین کا فیصلہ ہے کہ وہ سب کے سب ضعیف ہیں۔ (۱)

☆ اس قصہ کی تیسری سند حسن بصری رحمہ اللہ سے مرسلاً پائی جاتی ہے۔ (۲) ان کی روایت میں قصہ تو مذکور نہیں، البتہ آیت کے شان نزول میں ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ کا نام آیا ہے۔

سند یوں ہے: ابن حمید نے سلمہ کو ابن اسحاق سے بیان کرتے سنا کہ عمرو بن عبید، حسن سے یہ قصہ بیان کرتے ہیں۔

سند پر جرح: یہ سند سخت ضعیف ہے کیونکہ ایک تو مرسل ہے۔ حسن تابعی ہیں اور انھوں نے یہ نہیں بیان کیا کہ انھوں نے یہ واقعہ کس سے سنا ہے؟ اور ان کے

---

۱ ملاحظہ ہو تاریخ بغداد ۳۲۲/۵، ۸//۲۹، ۱۲۶/۹، المجروحین ۲۴۳/۱، ۲۴۶، ۱۷۶/۲، لسان المیزان ۲۷۸/۲، ۱۸/۳، ۱۷۴/۵

۲ تفسیر طبری ۱۳۲/۱۰

اور نبی ﷺ کے درمیان واسطہ کون ہے؟ نیز عمرو بن عبید ابو عثمان معتزلی باعث ہلاکت ہے۔ امام ابن حبان فرماتے ہیں: عمرو بن عبید اعتزال کا داعی تھا۔ صحابۂ رسول رضی اللہ عنہم کو گالی دیتا تھا۔ ساتھ ہی حدیث میں جھوٹا تھا، لیکن قصداً نہیں بلکہ وہماً۔ (۱)

مذکورہ بحث سے ہر چشم بینا کے سامنے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس قصہ کی تمام روایات معلول ہیں۔ کوئی ایک روایت بھی علت اور ضعف سے خالی نہیں۔ کسی میں متروک یا سخت ضعیف راوی ہے، تو کسی میں متہم بالکذب۔ یہ ساری روایات قصہ کی صحت کو تقویت دینے کے بجائے اس کے ضعف میں اضافہ کر رہی ہیں۔

قصہ کی اسلامی اصولوں سے مخالفت:

قصہ کی سندوں کا حال اوپر گذر چکا۔ اب آیئے اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ یہ قصہ قرآن کریم اور شریعت اسلامیہ کے کن کن بنیادی اصولوں سے متعارض اور ان کے خلاف ہے!

۱۔ شریعت کا ایک معروف ترین اصول ہے کہ گنہگار اگر توبہ کرے تو اس کی توبہ مقبول ہے خواہ اس کے گناہ فلک کی بلندیوں کے برابر ہی کیوں نہ

---

۱ مجروحین ۲/ ٦٩، نیز ملاحظہ ہو میزان ۳/ ۲۷۳، ۲۸۰، تہذیب التہذیب ۸/ ۷۰، ۷۵

ہوں۔ جب کہ اس قصہ میں یہ بات بہ تکرار دہرائی گئی ہے کہ ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے خالص توبہ کی۔ اپنا صدقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کے پاس آئے مگر سب نے ان کی توبہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جب کہ یہ بات قرآن وحدیث کے قطعی نصوص کے خلاف ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ ثعلبہ منافق تھے اس لئے ان کی توبہ قبول نہیں کی گئی تو یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِيْ الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْراً إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَأَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَأَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَأُوْلٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَسَوْفَ يُؤْتِيْ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ أَجْراً عَظِيْماً﴾ النساء/ ۱۴۵۔۱۴۶ (بے شک منافق جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں جائیں گے اور تم کسی کو ان کا مددگار نہ پاؤ گے۔ البتہ ان میں سے جو توبہ کر لیں اور صالح ہو جائیں اور اللہ کا دامن تھام لیں اور اپنے دین کو اللہ کے لئے خالص کر دیں ایسے لوگ مومنوں کے ساتھ ہیں اور اللہ مومنوں کو ضرور اجر عظیم عطا فرمائے گا)۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو توبہ کی ترغیب دی ہے اور مایوس ہونے سے روکا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوْا عَلَىٰ

أَنْفُسِهِمْ لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعاً إِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ زمر/۳۹ ۵۳ ([اے نبی ﷺ] کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنے آپ پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے وہ تو غفور رحیم ہے)۔

مذکورہ قصہ ان گنہگاروں کے دلوں میں جنھوں نے نادانی سے کچھ برائیوں کا ارتکاب کرلیا ہے اللہ کی رحمت سے مایوسی و ناامیدی پیدا کرتا ہے اور یہ ایسی صفت ہے جسے اللہ اوراس کے رسول ہرگز پسند نہیں کرتے۔

اسلام نے انسانیت کو بشارت دی ہے کہ اگر کوئی انسان زمین بھر گناہ لے کر آئے پھر اللہ سے مغفرت کا طلب گار ہو، اس کی بخشش چاہے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے۔ اللہ تعالی کو توبہ واستغفار اس قدر پسند ہے کہ اگر لوگ مغفرت طلب نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے بدلے دوسری قوم پیدا فرمائے گا جو غلطی کریں گے پھر توبہ کریں گے اور اللہ کی مغفرت کے طلب گار ہوں گے اور اللہ ان کی مغفرت فرمائے گا۔ (صحیح مسلم وغیرہ)

۳۔ یہ قصہ ان احادیث کے بھی خلاف ہے جو اونٹ اور دیگر مویشیوں کی زکاۃ نہ ادا کرنے والوں کے بارے میں وارد ہوئی ہیں، جن احادیث میں یہ کہا گیا ہے کہ ایسے لوگوں سے زبردستی زکاۃ وصول کی جائے گی اور بطور سزا ان

کا نصف مال بھی لے لیا جائے گا۔ (۱) جب کہ قصہ ہمیں بتا تا ہے کہ ثعلبہ نے اپنے اونٹ اور دیگر مویشیوں کی زکاۃ یہ کہہ کر روک لی تھی کہ یہ تو جزیہ ہے۔ اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ ان کے خلاف حرکت میں نہ آئے۔ ایک فرض حکم کو آپ نے نافذ نہیں کیا۔ زکاۃ روکنے والے پر اللہ کا حکم جاری کرنے سے آپ ﷺ نے معاذ اللہ سستی اور غفلت برتی۔ اسی طرح خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم نے بھی اس معاملہ میں چشم پوشی سے کام لیا۔ بلکہ ثعلبہ کے مال میں جو اللہ کا حق تھا خود ان کے پاس پہنچا لیکن انھوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟! جب کہ یہی وہ صحابہ ہیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد زکاۃ روکنے والوں کے خلاف تلواریں بے نیام کر کے لشکر کشی کی تھی۔ یہ ایسی بات ہے جس پر تمام صحابہ کی رائیں متفق ہیں۔ پھر کیسے تینوں خلفاء ان کی زکاۃ لینے سے رک سکتے تھے؟؟۔

اگر یہ کہا جائے کہ ثعلبہ رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں، اس لئے ان کے ساتھ تسامح سے کام لیا گیا، جیسا کہ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ فتح مکہ کے

---

(۱) یہ حدیث حسن ہے۔ ملاحظہ ہو ابو داؤد ۲/ ۱۰۱، نسائی ۵/ ۱۵، ۱۷، ۲۵، مسند احمد ۵/ ۲، ۴، ابن خزیمہ ۴/ ۱۸، دارمی ۱/ ۳۹۶، ابن الجارود ص ۳۴۱، ابن ابی شیبہ ۳/ ۱۲۲، حاکم ۱/ ۳۹۸، عبد الرزاق ۴/ ۱۸، بیہقی ۴/ ۱۰۵

موقع پر پیش آیا تھا،تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی بدری صحابی کو معاف کرنے کی گنجائش صرف انھیں امور میں ہے جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ یہ دیکھئے مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں، لیکن عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگانے کی وجہ سے ان پر حد جاری کی گئی اور مسامحت سے کام نہیں لیا گیا۔ ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا وہ عمل جو اس خود ساختہ قصہ میں بیان ہوا ہے اس میں حد جاری ہوگا جیسا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مانعین زکاۃ کے ساتھ کئے گئے رویہ سے معلوم ہوتا ہے۔

۴۔ ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ اسلام کی پہلی فیصلہ کن جنگ ''بدر'' کے غازیوں میں سے ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ ان میں سے کوئی جہنم میں نہیں جائے گا۔(۱) اور جس آیت کے شان نزول کے طور پر یہ قصہ بیان کیا جاتا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کی موت حالت نفاق میں ہوئی۔ لہذا یہ قصہ صریح طور پر غلط ہے۔

۵۔ احادیث سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا بھی مسلمانوں کے حق میں دعا ہے جیسا کہ آگے ہم اس کی تفصیل پیش کررہے ہیں۔ اس کے برخلاف قصۂ ثعلبہ کا مضمون یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اپنے ایک صحابی کے لئے

۱بخاری (۴۲۷۴) مسلم (۱۲۹۵،۳۴۹۵)

بددعا میں تبدیل ہوگئی، یہ عجیب بات ہے!!

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ میں بشر ہوں۔اگرکسی مسلمان کو میں برا کہوں، یا لعنت کروں، یا ماروں، تو اس کے لئے اس کو پاکی اور رحمت بنادے۔(۱)

امام نووی رحمہ اللہ نے صحیح مسلم میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے جو کتاب البر والصلۃ کے تحت ہے "باب من لعنه النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولیس هو أهلا لها فهی له زكاة وأجر" (جس کسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی اور وہ لعنت کے لائق نہ تھا تو لعنت اس کے لئے پاکی اور ثواب ہوگی) اس باب میں کئی احادیث مذکور ہیں۔ہم صرف ایک کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ام سلیم کے پاس ایک یتیم لڑکی تھی جس کو ام اُنس کہتے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی کو دیکھ کر فرمایا: تو ہے وہ لڑکی؟ تو تو بڑی ہوگئی! اللہ کرے تیری عمر بڑی نہ ہو۔وہ لڑکی یہ سن کر ام سلیم کے پاس روتی ہوئی گئی۔ام سلیم نے کہا: بیٹی تجھے کیا ہوا؟ وہ بولی کہ مجھ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا کی ہے کہ میری عمر بڑی نہ ہو۔اب میں کبھی بڑی نہ ہوں گی۔یا یوں فرمایا کہ تیری ہمجولی بڑی نہ ہو۔یہ سن کر ام سلیم اپنی اوڑھنی اوڑھتے ہوئے

---

۱ مسلم (۲۶۰۱)

جلدی سے نکلیں اور رسول اللہ ﷺ سے ملیں۔ آپ نے پوچھا: ام سلیم کیا بات ہے؟ وہ بولیں: اے اللہ کے نبی! آپ نے میری یتیم لڑکی پر بددعا کی ہے؟ آپ نے پوچھا: کون سی بددعا؟ ام سلیم بولیں: وہ کہتی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اس کی یا اس کی ہمجولی کی عمر بڑی نہ ہو۔ یہ سن کر آپ ہنسے اور فرمایا: اے ام سلیم تو نہیں جانتی کہ میں نے اپنے رب سے شرط کی ہے۔ میں نے عرض کیا ہے کہ اے اللہ! میں ایک بشر ہوں۔ ایک بشر کی طرح خوش ہوتا ہوں اور ایک بشر کی طرح غصہ ہوتا ہوں۔ اگر میں اپنی امت میں سے کسی پر بددعا کر دوں حالانکہ وہ بددعا کے لائق نہیں تو اس کے لئے پاکی، طہارت اور قیامت کے دن اپنی قربت کا ذریعہ بنا دے۔(۱)

۶۔ احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ ہی کثرت مال خود کوئی بری چیز ہے اور نہ ہی اس کے لئے دعا۔ جیسا کہ صحیحین میں روایت ہے کہ خادم رسول انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے تعلق سے ان کی والدہ ام سلیم نے نبی رحمت ﷺ سے دعا کی درخواست کی تو آپ نے دعا فرمائی "اللهم أكثر ماله وولده وبارك له فيما أعطيته" اے اللہ ان کو مال اور اولاد کثرت سے دے اور اپنی نوازش میں ان کے لئے برکت عطا فرما۔(۲)

---

۱ مسلم (۲۶۰۳)

۲ بخاری (۶۰۱۸) ومسلم (۲۴۸۰)

نبی ﷺ کی اس دعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہ کثرت مال ودولت سے نوازا۔ چنانچہ ترمذی کی روایت ہے کہ آپ کے پاس ایک ایسا باغ تھا جس میں ہر سال دو بار پھل آتا تھا اور اس میں ایک ایسا پھول تھا جس سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد میں بھی فراوانی عطا فرمائی۔ آپ کے بیٹے پوتے آپ کی زندگی ہی میں تقریباً سو تک پہنچ گئے جیسا کہ صحیح مسلم میں خود ان کا اپنا بیان مروی ہے۔(۱)

یہاں قابل غور نکتہ یہ ہے کہ اگر کثرت مال فتنہ اور کفر ونفاق میں مبتلا کر دینے والی چیز ہوتی تو نبی ﷺ اس کی دعا کیوں کرتے؟ جب کہ آپ سے کثرت مال کی دعا کا مطالبہ بھی نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ صرف دعا کی درخواست کی گئی تھی جس کے جواب میں آپ کوئی بھی دعا کر سکتے تھے۔ لیکن آپ نے ازخود کثرت مال واولاد کی دعا کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کثرت مال بھی خیر وبھلائی کی ایک شکل ہے اور اس کے لئے دعا بھی کی جا سکتی ہے۔

ے۔ صحیح بخاری میں قصۂ ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے مشابہ ایک اور قصہ مروی ہے لیکن دونوں کا انداز الگ الگ ہے۔ جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ واعظین کی دلچسپی صحیح حدیثوں کو چھوڑ کر ضعیف حدیثوں سے کیوں ہوا کرتی ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

---

۱ مسلم (۲۴۸۱)

مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے صدقہ کا حکم فرمایا۔ پھر آپ کو اطلاع دی گئی کہ ابن جمیل، خالد بن ولید اور عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہم نے صدقہ نہیں دیا۔ آپ نے فرمایا: ابن جمیل کو صرف اس بات کی ناراضگی ہے کہ وہ فقیر تھا تو اللہ اور اس کے رسول نے اسے غنی کر دیا۔ جہاں تک خالد کی بات ہے تو تم لوگ ان پر ظلم کرتے ہو کیونکہ انھوں نے اپنا سارا ساز و سامان اللہ کی راہ میں وقف کر رکھا ہے۔ اور جہاں تک عباس بن عبد المطلب کی بات ہے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے چچا ہیں لہذا ان پر اتنا صدقہ ہے اور اس کے ساتھ اسی کے مثل اور بھی۔

(بخاری مع فتح الباری ۳/ ۳۳۱)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ قاضی حسین نے یہ بات یقین کے ساتھ لکھی ہے کہ (**ومنهم من عاهد الله**) کی آیت ابن جمیل ہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حالانکہ مشہور یہ ہے کہ ثعلبہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ علامہ مہلب کا بیان ہے کہ یہ شخص منافق تھا پھر اس نے توبہ کر لی تھی۔

حافظ ابن حجر مزید فرماتے ہیں کہ ابن جمیل کا نام کتب حدیث میں مجھے نہیں مل سکا البتہ بعض شارحین نے ان کا نام عبد اللہ اور بعض نے حمید اور کچھ متاخرین نے ابو جہم بتلایا ہے۔

اس حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے ابن جمیل کے تعلق سے صرف اس قدر ارشاد فرمایا کہ اسے اس بات کے سوا اور کوئی ناراضگی نہیں کہ وہ فقیر تھا تو اللہ اور اس کے رسول نے اسے غنی کر دیا۔ گویا آپ نے یہ فرمایا کہ اس شخص کے پاس کوئی عذر نہیں ہے اور وہ بڑا ہی ناشکرا، احسان فراموش اور احسان کے بدلہ برائی اپنانے والا آدمی ہے۔

یہاں پر اللہ کے رسول ﷺ نے غنی کرنے والے کے طور پر اللہ کے بعد اپنا نام بھی ذکر کیا کیونکہ آپ ہی اس کے اسلام میں داخل ہونے کا سبب تھے اور اللہ تعالیٰ نے جو مال فے آپ کو عطا کیا تھا اور آپ کی امت کے لئے جو مال غنیمت حلال فرمایا تھا اسی کے ذریعہ محتاجی کے بعد امیری آئی۔

اس حدیث سے استنباط کرتے ہوئے حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ فقیری کے بعد امیری کی نعمت حاصل ہونے پر اللہ کے حقوق کی ادائیگی میں غفلت پر تنبیہ ہونی چاہئے اور واجب روکنے والے کی سرزنش کرنی چاہئے اور ایسے شخص کی غیر موجودگی میں اس کی بدگوئی کی جاسکتی ہے یعنی ایسے شخص کی غیبت حلال ہے۔

قابل غور یہ ہے کہ اس روایت کے مطابق زکاۃ روک لینے پر نبی ﷺ نے ابن جمیل کی سرزنش پر اکتفا کیا جبکہ اس میں ابن جمیل کی توبہ کا بھی ذکر نہیں

اس کے برخلاف ثعلبہ بن ابی حاطب رضی اللہ عنہ کے قصہ میں ان کی زکاۃ کی قبولیت سے انکار کردیا گیا حالانکہ وہ نادم اور تائب ہوکر آئے تھے۔ واضح رہے کہ ابن جمیل سے متعلق حدیث صحیح بخاری کی ہے اور ثعلبہ سے متعلق روایت کی اسنادی حیثیت سے آپ واقف ہوچکے ہیں۔

ایک رائے اور اس کی تردید:

بعض لوگوں نے اس قصہ کی تصحیح کرتے ہوئے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ جو بدری صحابی ہیں وہ دوسرے ہیں اور جن کے بارے میں آیت کا نزول ہوا ہے وہ دوسرے ہیں۔ بدری صحابی کا نام ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ ہے اور دوسرے کا نام ثعلبہ بن ابی حاطب ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ ابن الکلبی کا کہنا ہے کہ بدری صحابی احد کے دن شہید ہوئے ہیں جب کہ صاحب قصہ کی موت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوئی ہے۔ دوسرے یہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں صاحب قصہ کا نام ثعلبہ بن ابی حاطب ہی مذکور ہے۔ چنانچہ ان دلائل سے معلوم ہوا کہ دونوں دو شخص ہیں اور قصہ اپنی جگہ درست ہے۔

تھوڑی دیر کے لئے آدمی کو یہ دلائل بہ ظاہر معقول نظر آتے ہیں لیکن جب ان کا بغور جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ساری بنیادیں جن پر اس قصہ کی تصحیح کی عمارت کھڑی کی گئی ہے نہایت کمزور ہیں۔

اولاً: ابن الکلبی کی بات پر یقین کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ متہم بالکذب ہے۔(۱) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ تمام قابل اعتماد اہل نقل و روایت اس کی مذمت پر اور احکام و فروع میں اس کی روایت قبول نہ کرنے پر متفق ہیں۔(۲)

ثانیاً: اگر ابن الکلبی کی بات ثابت ہو جائے کہ ثعلبہ احد کے دن شہید ہوئے ہیں تو یہ بات خود قصہ کے بطلان کی دلیل ہے نہ کہ کسی دوسری شخصیت کے وجود کی جیسا کہ ابن الأثیر رحمہ اللہ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔(۳)

ثالثاً: ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال جائز نہیں کیونکہ وہ روایت سخت ضعیف ہے جیسا کہ اس پر کلام گذر چکا ہے۔

رابعاً: قصہ کی تصحیح کے لئے تطبیق کی مذکورہ صورت حافظ ابن حجر کی رائے ہے حالانکہ وہ خود اپنی اس رائے سے مطمئن نہیں ہیں اور اسی لئے انھوں نے اپنی تین کتابوں میں اس قصہ کو ضعیف اور اس سے استدلال نادرست قرار دیا ہے جیسا کہ آگے اس کی تفصیل ان شاء اللہ آرہی ہے۔

---

۱ میزان الاعتدال ۳/ ۵۵۹، متہم بالکذب محدثین کی اصطلاح میں اس شخص کو کہتے ہیں جو لوگوں سے بات چیت میں جھوٹا ہو مگر حدیث میں اس کا جھوٹ نہ پکڑا گیا ہو۔

۲ تہذیب التہذیب ۹/ ۱۸۰

۳ اسد الغابہ ۱/ ۲۸۵

ماہرین فن کی رائے:

جن علماء نے اس قصہ کے ضعیف اور باطل ہونے کی صراحت کی ہے ذیل میں ان کا نام مع حوالہ درج ہے:

۱۔امام ابن حزم (ت ۴۵۶ھ) محلی ۱۱/ ۲۰۷، ۲۰۸

۲۔امام بیہقی (ت ۴۵۸ھ) فیض القدیر۴/ ۵۲۷

۳۔ابن الأثیر (ت ۶۳۰ھ) أسد الغابہ ۱/ ۲۸۵

۴۔قرطبی (ت ۶۷۱ھ) تفسیر ۸/ ۲۱۰

۵۔حافظ ذہبی (ت ۷۴۸ھ) تجرید أسماء الصحابہ ۱/ ۶۶

۶۔حافظ عراقی (ت ۸۰۶ھ) المغنی فی تخریج الأحیاء ۳/ ۳۳۸

۷۔حافظ ہیثمی (ت ۸۰۷ھ) مجمع الزوائد ۷/ ۳۲

۸۔حافظ ابن حجر (ت ۸۵۲ھ) اصابہ ۱/ ۱۹۸، فتح الباری ۳/ ۲۲۶، تخریج الکشاف ۴/ ۷۷

۹۔علامہ ناصر الدین ألبانی (ت ۱۴۲۰ھ) سلسلہ ضعیفہ/ ۴۰۸۱

مجھے امید ہے کہ اس تفصیل کے بعد کسی انصاف پسند کے دل میں کسی قسم کی کوئی خلش باقی نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے رسول ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام عظیم پہچاننے کی توفیق دے اور ہمیں صراط مستقیم پر گامزن رکھے۔ آمین۔

دوسرے مظلوم صحابی

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ

دوسرے مظلوم صحابی

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو ان کے عظیم کارناموں کی بنا پر مسلمان فاتحین میں سرفہرست جگہ ملنی چاہیئے۔ ورنہ کم از کم ان کے شرف صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملحوظ کر کے ان سے منسوب ایسے واقعات وروایات کی تردید وتغلیط ہونی چاہیئے جن سے ان کے دامن کرامت پر حرف آتا ہے۔ مگر عجب ستم ظریفی ہے کہ کتب تاریخ وتفسیر میں ان کا فاسق ہونا مشہور ہے جیسا کہ آئندہ صفحات میں آئے گا۔ مولانا مودودی صاحب نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب ''خلافت وملوکیت'' میں بھی ان پر زبان طعن دراز کیا ہے۔ اسی وجہ سے حافظ صلاح الدین یوسف صاحب نے اپنی کتاب ''خلافت وملوکیت کی تاریخی وشرعی حیثیت'' میں بڑی خوبی کے ساتھ محققانہ انداز میں اس موضوع کا جائزہ لیا ہے۔

حالیہ مضمون امام ابن العربی کی کتاب ''العواصم من القواصم'' پر محبّ الدین الخطیب رحمہ اللہ کی تعلیقات کا ترجمہ ہے جو انتہائی مفید، پرمغز، تحقیقی اور

مدلل ہیں۔ البتہ ترتیب نئی ہے، عناوین قائم کر دیئے گئے ہیں اور بعض وضاحت طلب امور کا حاشیہ میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔

مختصر حالات زندگی: (۱)

اللہ تعالیٰ نے جنھیں علم تاریخ کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دور میں ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ جیسے پرعزیمت و باہمت، خوش اخلاق اور صادق الاِیمان نوجوان کا انتخاب کر کے ان کی صلاحیتوں کو اللہ کی راہ میں اپنی وفات تک استعمال کیا۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں انھوں نے جو سب سے پہلا کارنامہ انجام دیا وہ یہ تھا کہ مجوس کے ساتھ ہونے والے ۱۲ھ کے معرکۂ مذار میں یہ خلیفۃ المسلمین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سپہ سالار فوج خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے درمیان پیغام

---

۱ ولید رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ اس طرح ہے: ولید بن عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف القرشی الأموی۔ کنیت ابو وہب ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے ماں جائی بھائی ہوتے ہیں۔ آپ دونوں کی ماں کا نام اروی بنت کریز ہے۔ ولید رضی اللہ عنہ تین بھائی تھے۔ یہ، عمارہ اور خالد۔ تینوں فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: اصابہ ۶/۳۲۱، اسد الغابہ ۵/۹۰، استیعاب ۴/۱۵۵۲، طبقات ابن سعد ۷/۴۷۶، سیر اعلام النبلاء ۳/۴۱۲

رساں کی حیثیت رکھتے تھے اور جنگی خطوط لے جانے والے راز دار سپاہی تھے (طبری ۴/ ۷) اس کے بعد یہ عیاض بن غنم الفہری کی زیر قیادت فوج کی مدد کے لئے تشریف لے گئے (أیضاً ۴/۲۲) اور ۱۳ھ میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو قبیلۂ قضاعہ کی وصولیٔ زکاۃ پر مامور فرمایا۔ پھر جب صدیق رضی اللہ عنہ نے ملک شام کی فتح کا عزم کیا تو اس وقت ان کے نزدیک ولید رضی اللہ عنہ کے احترام واکرام اور اعتماد کا وہی مقام تھا جو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا تھا یعنی آپ نے ان دونوں کو مجاہدین کے لشکروں کی قیادت عطا فرمائی۔ پھر چشم فلک نے دیکھا کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اسلام کا پرچم لے کر فلسطین کی جانب روانہ ہوئے اور ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں دوسرا لشکر شرق اردن کی طرف بڑھا (طبری ۴/ ۱۵۵) پھر ۱۵ھ میں دیکھئے تو ولید رضی اللہ عنہ بلاد تغلب اور الجزیرہ (۱) میں بحیثیت امیر نظر آتے ہیں (أیضا) شام کے شمالی حصہ میں رہ کر مجاہدین کی پشت پناہی کرتے ہیں تاکہ دشمن پیچھے سے حملہ آور نہ ہو سکے۔ چنانچہ ربیعہ وتنوخ کے مسلم و کافر سب ان کے ماتحت تھے۔ اس سمت کی ولایت وقیادت کی فرصت کو غنیمت سمجھ کر ولید بن عقبہ

---

(۱) الجزیرہ دریائے دجلہ وفرات کے درمیان ایک شہر تھا جہاں مضر اور ربیعہ کی بستیاں آباد تھیں۔ دو دریاؤں کے درمیان واقع ہونے کی بنا پر اس کا نام الجزیرۃ پڑ گیا۔
(معجم البلدان ۳/ ۹۶، المسالک والممالک ص ۵۰)

رضی اللہ عنہ نے یہ کیا کہ یہ علاقہ جو ہمیشہ عرب کے عیسائی قبائل سے بھرا رہتا تھا وہاں اپنے جنگ و جہاد اور حکومتی امور کی مشغولیت کے ساتھ ساتھ دعوت الی اللہ کا کام شروع کیا۔ حکمت وموعظت حسنہ کے سارے اسلوب اختیار کیے تاکہ ایاد وتغلب کے یہ نصرانی بھی بقیہ عرب کی طرح آغوش اسلام میں آجائیں۔ لیکن قبیلۂ ایاد نے بلاد اناضول (موجودہ ترکی) کی طرف راہ فرار اختیار کی جو اس وقت بیزنطینیوں کے زیر حکومت تھا۔ چنانچہ ولید رضی اللہ عنہ نے خلیفۃ المسلمین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ قیصر قسطنطنیہ سے ایک دھمکی آمیز خط کے ذریعہ ان بھاگے ہوئے نصرانیوں کو اسلامی مملکت کی حدود میں واپس بھیجنے کا مطالبہ کریں۔

اسی طرح جب ان کی اسلامی دعوت کی نشر واشاعت کی بنا پر قبیلۂ تغلب نے سرکشی کی کوشش کی تو انھوں نے اپنے اسلامی جوش وجذبہ اور ایمانی حرارت نیز مضری غیظ وغضب کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا یہ مشہور شعر کہا:

إذا ما عصبت الرأس منى بمشوذ

فغيك مني تغلب بنت وائل

(جب میں نے اپنے سر پر عمامہ لپیٹ لیا تو اے قبیلۂ تغلب تیری ہلاکت میرے ہاتھوں مقدر ہے۔)

یہ خبر جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پہنچی اور انھیں اس بات کا اندیشہ ہوا کہ ان کا یہ نوجوان اور پر جوش قائد تغلب کے نصرانیوں کو گرفت میں لے کر ان کی سرکوبی نہ کرے اور پھر ایسے نازک وقت میں جب کہ وہ نصاریٰ فقط عربی حمیت کی بنا پر مسلمانوں کے ساتھ مل کر ان کے دشمنوں کے خلاف مصروف پیکار ہیں کہیں اس کے ہاتھ سے ان کی زمام قیادت نہ چلی جائے۔ اس مصلحت کے پیش نظر ولید رضی اللہ عنہ کو ان سے باز رکھا اور ان کے علاقہ سے دور کر دیا۔

ماضی کے ان پر عظمت کارناموں کے ساتھ ولید رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں داخل ہوئے اور ان کی جانب سے کوفہ کے والی مقرر ہوئے۔ یہ کوفہ کے سب سے عدل پرور، نیک دل، نرم خو اور انصاف پسند امیر ثابت ہوئے۔ ان کی امارت کے زمانے میں وہاں کے لشکر فتح وظفر کا پرچم لہراتے ہوئے مشرق کے طول وعرض میں بڑھتے جا رہے تھے۔

داستان مظلومیت:

بعض مفسرین کی روایت ہے کہ سورہ حجرات کی آیت نمبر (٦) میں ''فاسق'' سے مراد ولید رضی اللہ عنہ ہیں۔ آیت یہ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِنْ جَاءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوْا أَنْ تُصِيْبُوْا قَوْماً بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِيْنَ﴾۔

[اے ایمان والو! اگر تمھیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی تحقیق کرلیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو، پھر اپنے کیئے پر پشیمانی اٹھاؤ]

قصہ یہ ہے کہ ولید رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو مصطلق کے صدقات کی وصولی کے لئے بھیجا۔ یہ راستے سے واپس لوٹ آئے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قبیلہ کے مرتد ہونے کی خبر دی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جانب دوبارہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ تحقیق کے بعد اس خبر کا جھوٹا ہونا ثابت ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی۔

ایک تعجب خیز امر:

علامہ محبّ الدین خطیب لکھتے ہیں: مجھے بڑا تعجب ہوتا تھا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ یہ آیت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہو، اللہ تعالیٰ انھیں فاسق قرار دے، اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں خلیفہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے دلوں میں ان کا یہ مقام ہو جو تاریخ نے ان کے سلسلہ میں نوٹ کیا ہے اور جس کی مثالیں اوپر گذر چکی ہیں۔

یہ تناقض ۔۔۔۔ جو ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے پائے جانے والے اعتماد اور ان کے ساتھ جو معاملہ ہونا چاہئے اگر اللہ تعالیٰ انھیں فاسق کہتا، کے درمیان ہے ۔۔۔۔۔ میرے لئے شک کا باعث

ہوا۔ بات یہ نہیں کہ ولید رضی اللہ عنہ کے لئے کسی ایسے عمل کی انجام دہی مستبعد ہے جس سے ان کا فاسقوں میں شمار ہو بلکہ مستبعد اور محال یہ ہے کہ ایک شخص کو اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں صریح طور پر فاسق کہے اور پھر وہ ایسے دو شخصوں کی نظر میں قابل اعتماد ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ کے سب سے مقرب ترین بندے ہیں اور اللہ کے اولیاء میں ان سے بڑھ کر اللہ سے کوئی قریب نہیں۔

روایات کا علمی جائزہ:

جب میرے دل میں یہ شک پیدا ہوا تو میں نے مذکورہ آیت کے سبب نزول کے سلسلہ میں وارد تمام روایات کا جائزہ لینا شروع کیا۔ جب میں نے ان کی علمی تحقیق کی تو میں نے پایا کہ یہ ساری روایات مجاہد یا قتادہ یا ابن ابی لیلیٰ یا یزید بن رومان پر موقوف ہیں اور کسی نے ان راویوں کا ذکر نہیں کیا ہے جو وقت حادثہ سے لے کر ان کے زمانے تک اس خبر کو نقل کرتے رہے ہیں اور یہ درمیانی مدت کم وبیش سو سال کی ہے نیز یہ سو سال مختلف مسلک ومشرب کے راویوں سے بھرے پڑے ہیں۔ ان میں ایسے بھی لوگ ہیں جنھوں نے ولید رضی اللہ عنہ تو درکنار ان سے بھی عظیم مقام رکھنے والے صحابہ کو بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہے۔ دنیا کو ایسی شک وشبہ پیدا کرنے والی خبروں سے بھر دیا ہے جن کی کوئی علمی قیمت نہیں اور جب مذکورہ آیت کے سبب

نزول میں وارد خبروں کا حال یہ ہے کہ جن پر موقوف ہیں ان کے بعد کے راوی علمائے جرح وتعدیل کی نظروں میں مجہول ہیں بلکہ علمائے جرح وتعدیل کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ان کا نام کیا ہے، ایسی صورت حال میں ایسی منقطع اور غیر موصول خبروں کی صحت کا فیصلہ کسی طور پر جائز نہیں ۔ نہ ہی شرعی طور پر اور نہ ہی تاریخی طور پر ۔ ہاں دو روایتیں موصول پائی جاتی ہیں ۔(۱) ایک ام سلمہ کی روایت

---

۱ بلکہ پانچ روایتیں موصول پائی جاتی ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

أ۔ مسند احمد (۴/ ۲۷۹) کی روایت ہے: **حدثنا محمد بن سابق حدثنا عيسى بن دينار حدثنا أبى أنه سمع الحارث بن ضرار الخزاعى قال قدمت على رسول الله ﷺ ..... الحديث**

اس سند میں عیسی بن دینار اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں جو کتب رجال میں دینار الکوفی کے نام سے پائے جاتے ہیں ۔امام بخاری ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ عمرو بن حارث بن مصطلق الخزاعی کے غلام تھے اور ان سے روایت کرتے ہیں (التاریخ الکبیر ۳/ ۲۴۷) یعنی حارث بن ضرار سے ان کی روایت کا ذکر امام بخاری نے نہیں کیا ہے ۔یہی بات امام ابو حاتم بھی فرماتے ہیں البتہ ان پر اضافہ کرتے ہوئے ان کے بیٹے نے حارث بن ضرار کی روایت کا تذکرہ کیا ہے (الجرح والتعدیل ۳/ ۴۳۴) یہاں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ راوی مذکور دینار الکوفی کی ←

ہے جس میں ایک راوی موسی بن عبیدہ ہیں جن کا گمان ہے کہ انھوں نے ثابت

→ توثیق وتضعیف کے بارے میں دونوں امام خاموش ہیں ۔ اس راوی کی توثیق صرف ابن حبان نے کی ہے (تہذیب التہذیب ۳/ ۲۱۷) اور توثیق المجاہیل کے سلسلہ میں ابن حبان کا تساہل معروف ہے ۔ اسی بنا پر حافظ ابن حجر نے تقریب (۱۸۳۸) میں ان کو مقبول قرار دیا ہے یعنی متابعت کی صورت میں مقبول ہیں ورنہ ضعیف ہیں جیسا کہ ان کی مخصوص اصطلاح ہے۔

ب۔ تفسیر طبری (۲۶/۱۲۳) کی روایت ہے۔ **حدثنا أبو كريب عن جعفر بن عون عن موسى بن عبيده عن ثابت مولى أم سلمه عن أم سلمه .**

اس سند میں موسی بن عبیدہ ضعیف ہے (تقریب/ ۶۹۸۹) اور ثابت مولی ام سلمہ کا کوئی پتہ نہیں ہے۔

نوٹ: مولانا مودودی نے تفہیم القرآن (۵/۴ ۷) میں لکھا ہے کہ ام سلمہ کی روایت میں ولید کے نام کی تصریح نہیں ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس میں بھی ولید کے نام کی تصریح ہے (ملاحظہ ہو مجمع الزوائد ۷/ ۱۱۰)

ج۔ تفسیر طبری ہی میں دوسری روایت ہے: **عن محمد بن سعد عن أبيه عن عمه عن أبيه عن أبيه عن ابن عباس .... (۲۶/۱۲۳)**

یہ وہی سند ہے جس پر ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ کے قصہ میں کلام گذر چکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ →

مولیٰ ام سلمہ سے سنا ہے جو ام سلمہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور یہ موسی بن عبیدہ

← یہ سند ایک دم ساقط ہے۔ اس کی حیثیت محدثین کے نزدیک لید کے برابر بھی نہیں ہے کیونکہ سند میں کسی کا نام ظاہر نہیں کیا گیا ہے نیز یہ پورا خاندان عوفیوں کا خاندان ہے جس کے بارے میں محدثین کا فیصلہ ہے کہ وہ سب کے سب ضعیف ہیں۔

د۔ طبرانی نے علقمہ بن ناجیہ سے روایت کی ہے جسے امام ہیثمی نے مجمع الزوائد (۷/ ۱۰۹۔۱۱۰) میں ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے: **رواه الطبرانی باسنادين فی احدهما يعقوب بن حميد بن كاسب وثقه ابن حبان وضعفه الجمهور وبقية رجاله ثقات .**

ھ۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جسے ہیثمی نے مجمع الزوائد (۷/ ۱۱۰) میں ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے: **رواه الطبرانی فی الأوسط وفيه عبد الله بن عبد القدوس التميمی وقد ضعفه الجمهور ووثقه ابن حبان وبقية رجاله ثقات .**

یہ کل پانچ روایتیں ہیں جو موصول ہیں اور جن کی حالت آپ نے دیکھ لی اس کے علاوہ بقیہ مرسل روایات پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے۔

یہاں پر اس بات کی نشان دہی میں ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ علماء کرام جو ان روایات کو ایک دوسرے سے تقویت دے کر "حسن" کے درجے تک مانتے ہیں ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کا موقف کیا ہے: ←←

وہ ہیں جن کو امام نسائی، ابن مدینی، ابن عدی، اور علمائے جرح وتعدیل کی ایک

امام رازی فرماتے ہیں: اس قصہ سے زیادہ سے زیادہ یہ بات ثابت کی جاسکتی ہے کہ یہ نزول آیت کی تاریخ ہے مگر یہ کہنا کہ مذکورہ آیت میں ولید پر فاسق کا اطلاق کیا گیا ہے تو یہ غلط اور بعید ہے اس لئے کہ ولید کو وہم ہوا تھا اور غلطی سے انھوں نے یہ سمجھا تھا کہ بنو مصطلق والے ہم پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اس لئے راہ سے لوٹ آئے تھے۔ یہ ان کی ایک غلطی تھی اور غلطی کی وجہ سے کسی کو فاسق قرار نہیں دیا جاسکتا۔

(تفسیر رازی ۲۸/ ۱۱۹)

علامہ آلوسی فرماتے ہیں: ہم صحابہ کی عصمت کے قائل نہیں۔ ان سے زندگی میں ایسی غلطی ہوسکتی ہے جس سے فسق لازم آئے۔ مگر یہ کہنا کسی طرح درست نہیں کہ فسق پر ان کی موت ہوئی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی خاص مدح وثنا کی ہے اور نبی ﷺ کی صحبت کی برکت انھیں حاصل ہے۔ (روح المعانی ۲۶/۱۴۴)

مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں: مفسرین کرام کو اس شان نزول پر یہ شبہ ہے کہ غلطی کی بنا پر ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کو فاسق نہیں کہا جاسکتا لیکن اس آیت کا تعلق درحقیقت ان کی ذات کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک عام اصول کے طور پر بتا دیا ہے کہ جب زمانۂ جنگ میں خود مسلمان غلطی کر سکتے ہیں تو فاسق لوگوں کی روایتوں کو تو اور احتیاط سے قبول کرنا چاہئے۔

(مضامین البلاغ ص ۱۱۷)

جماعت نے ضعیف قرار دیا ہے اور ثابت جن کے متعلق یہ دعوی کیا گیا ہے کہ وہ ام سلمہ کے غلام ہیں ان کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ میں نے جتنی کتابوں کا مراجعہ کیا کہیں نہیں ملا۔ نہ تہذیب التہذیب میں، نہ تقریب التہذیب میں، نہ خلاصۂ تہذیب الکمال میں اور نہ ہی میزان الاعتدال اور لسان المیزان میں جو تقریباً تمام متہم راویوں کے موسوعہ (انسائیکلوپیڈیا) کی حیثیت رکھتا ہے۔ نیز میں نے مسند احمد میں مذکور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مجموعۂ احادیث کو ایک ایک کر کے پڑھ ڈالا مجھے یہ روایت نہیں ملی بلکہ ایسی کوئی بھی روایت نہیں ملی جس میں ام سلمہ کے ثابت نامی کسی غلام کا ذکر ہو۔ اس پر مستزاد یہ کہ ام سلہ رضی اللہ عنہا نے اس خبر میں یہ نہیں کہا ہے کہ آیت ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی بلکہ یہ کہا ہے کہ ''بنو مصطلق کے صدقات کی وصولی کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی بھیجا'' یہ جواب اس صورت میں ہے جب ہم اس خبر کو صحیح فرض کر لیں باوجودیکہ اس کو صحیح ماننے کی کوئی سبیل نہیں۔

دوسری موصول خبر وہ ہے جو طبری نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے۔

← حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ولید رضی اللہ عنہ کا صحابی ہونا ثابت ہے۔ ان کے کچھ گناہ ہیں جن کا معاملہ اللہ کی طرف ہے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس معاملہ میں سکوت اختیار کیا جائے۔ (تہذیب التہذیب ۱۱/ ۱۲۵)

اس کی سند یوں ہے: **عن ابن سعد عن أبيه عن عمه عن أبيه عن أبيه عن ابن عباس ۔**

اس سند میں طبری ابن سعد سے روایت کرر ہے ہیں حالانکہ طبری کی ابن سعد سے سماع ثابت نہیں ہے۔ نہ ہی ملاقات ثابت ہے۔ کیونکہ جب ۲۳۰ھ میں بغداد میں ابن سعد کی وفات ہوئی اس وقت طبری چھ سال کے بچے تھے۔ ابھی اپنے شہر آمل سے جو طبرستان کا ایک علاقہ ہے نہیں نکلے تھے۔ نہ بغداد کے لئے اور نہ کہیں اور کے لئے۔ رہے ابن سعد تو اگر چہ وہ بذات خود ثقہ اور جلیل القدر عالم ہیں مگر ان کے بعد کے راویوں کا جو سلسلہ ہے ان کا نام تک علمائے جرح وتعدیل کو نہیں معلوم چہ جائیکہ ان کے کچھ حالات معلوم ہوں۔ ایسے مجہول راویوں کی روایت بھلا کب اور کیونکر مقبول ہوسکتی ہے؟!!

ان تمام روایات کی حالت شروع سے اخیر تک آپ نے دیکھ لی، ان کے ذریعہ بھلا کب اور کیونکر جائز ہوسکتا ہے کہ ایک ایسے مجاہد کا مواخذہ ہو جو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم کے نزدیک قابل اعتماد ولائق بھروسہ تھا اور اس کی ذات پر حرف آئے جس نے اسلام کی ایسی خدمات انجام دی ہیں جن کی بدولت اللہ کے انعام یافتہ صالح بندوں میں ان کا شمار ہوگا ان شاء اللہ۔

قصہ کے بطلان کی ایک اور وجہ:

سابقہ تمام باتوں کے ساتھ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ جب بنو مصطلق کا حادثہ ہوا ہے جس میں آیت کا نزول ہے اس وقت ولید رضی اللہ عنہ ایک کمسن بچے تھے۔

مسند احمد (۳۲/۴) کی روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ولید رضی اللہ عنہ کو تمام دیگر بچوں کے ساتھ لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولید رضی اللہ عنہ کے سوا تمام بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا کی۔ ولید رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ میرے سر پر خلوق (۱) ملا ہوا تھا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے چھونے سے باز رہے۔

اس حدیث کو امام احمد نے اپنے شیخ فیاض بن محمد الرقی سے انھوں نے جعفر بن برقان الرقی سے، انھوں نے ثابت بن حجاج الکلابی الرقی سے، انھوں نے عبداللہ بن مالک بن حارث الہمدانی سے اور انھوں نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ اس سند سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ولید رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو اپنی زندگی کے آخری ایام میں بیان کیا ہے جب کہ وہ لوگوں سے

---

۱ خلوق ایک معروف خوشبو ہے جو زعفران وغیرہ ملا کر بنائی جاتی ہے اور اس پر سرخی یا زردی غالب ہوتی ہے۔ (غریب الحدیث لابن أثیر ۲/۱۷)

کنارہ کش ہو کر رقہ کے ایک دیہات میں اقامت گزیں تھے۔(۲) چنانچہ اس خبر کے تمام راوی رقہ ہی کے لوگ ہیں۔عبداللہ ہمدانی جو ولید رضی اللہ عنہ سے روایت کر رہے ہیں ثقہ ہیں۔لیکن دوسری روایت میں ان میں اور ایک دوسرے ہمدانی میں التباس ہو گیا ہے جس کا نام مالک بن حارث یعنی عبداللہ ہمدانی کے والد کے نام پر ہے اور کنیت ابوموسی ہے۔ وہ شخص علمائے جرح وتعدیل کے نزدیک مجہول ہے۔مگر عبداللہ الہمدانی جن تک امام احمد کی روایت کردہ اس خبر کی سند پہنچتی ہے وہ معروف اور ثقہ ہیں۔انھیں اور ان جیسوں کی روایت پر اعتماد کرتے ہوئے قاضی ابن العربی رحمہ اللہ نے فیصلہ کیا ہے کہ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے وقت ایک کمسن بچے تھے اور آیت ''إن جاء كم فاسق بنبإ'' کسی دوسرے شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

مگر کیسی عجیب بات ہے کہ ان لوگوں نے جن کے دلوں میں اس نوجوان مجاہد، پاک طینت اور نیک سیرت صحابی کو بدنام کرنے کی خواہش ہے کم سنی کی اس خبر کو ایک دوسری خبر کے ذریعے غلط ٹھہرانے کی کوشش کی ہے جس

۲؎ ولید رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کے فتنوں سے کنارہ کش رہے۔علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین ہونے والی جنگوں میں شریک نہیں تھے بلکہ دونوں فریقوں سے الگ رہے جیسا کہ صحابہ کی ایک جماعت کا موقف تھا۔

میں اس بات کا بیان ہے کہ یہ سنہ ۷ھ میں اپنے بھائی عمارہ کے ساتھ مدینہ اس واسطے گئے تھے کہ نبی ﷺ سے اپنی بہن ام کلثوم کی مکہ واپسی کا مطالبہ کریں اور اس خبر کی حقیقت یہ ہے۔۔اگر اس کو صحیح فرض کرلیا جائے۔۔کہ اس میں عمارہ کا نام ولید رضی اللہ عنہ کے نام پر مقدم ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سفر میں عمارہ ہی اصل تھے اور ولید رضی اللہ عنہ ان کی رفاقت میں گئے ہوئے تھے۔ بتائیے کہ کمسنی کی حالت میں بڑے بھائی کے ساتھ سفر کرنے میں کونسی رکاوٹ ہے؟ ایسا تو ہر جگہ اور ہر زمانے میں ہوتا ہے۔

چنانچہ ثابت ہو گیا کہ ان دونوں خبروں یعنی فتح مکہ کے سال ولید رضی اللہ عنہ کی کمسنی اور سنہ ۷ھ میں ان کے مدینہ کے سفر کے درمیان کوئی تناقض اور اختلاف نہیں ہے۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ آیت ''اِن جاءکم فاسق'' کے سبب نزول میں ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جتنی روایات پائی جاتی ہیں ان کی حالت ایسی ہے کہ ان کی بنیاد پر کسی شرعی یا تاریخی حکم کی بنا رکھنا علمی طور سے جائز نہیں ہے۔ مزید برآں فتح مکہ کے سال ولید رضی اللہ عنہ کی عمر کے بارے میں مسند احمد کی حدیث اس کی مخالف ہے۔ مذکورہ حقائق سے صاف واضح ہو گیا کہ ولید رضی اللہ عنہ کو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کیونکر قابل اعتماد سمجھتے تھے اور کیسے انھیں گورنر متعین کیا تھا۔

انکشاف حق:

اب وقت آ چکا ہے کہ شر پسندوں کے مکر وفریب اور جھوٹوں کے کذب وافترا اور دروغ گوئی کا پردہ چاک کیا جائے کیونکہ حق منکشف ہو چکا ہے۔ رہی یہ بات کہ اس کے انکشاف پر چودہ صدیاں گذر گئیں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ حق قدیم ہے اور اس پر پردہ پڑے رہنے سے اس کی قدامت متاثر نہیں ہوتی۔

سچی بات یہ ہے جو بانگ دہل اور بے دریغ کہنی چاہئے کہ اگر ولید رضی اللہ عنہ یورپی تاریخ کا کوئی فرد ہوتے جیسے لویس ۹ (۱) ہے جسے ہم نے مقام منصورہ پر دارابن لقمان میں قید کر دیا تھا تو وہ لوگ اسے قدِّیس (اللہ کا عظیم ترین محبوب بندہ) شمار کرتے، حالانکہ لویس کا فرانس پر وہ احسان نہیں جو ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کا اپنی امت پر احسان ہے۔ نصرانیت کے لئے اس کی وہ فتوحات نہیں جتنی ولید رضی اللہ عنہ کی اسلام کے لئے ہیں۔

---

۱ لویس نام کے فرانس میں اٹھارہ بادشاہ گذرے ہیں جن میں سب سے معروف نواں بادشاہ (۱۲۱۴۔۱۲۷۰) ہے۔ اوپر اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اس نے ساتویں اور آٹھویں صلیبی حملہ کی قیادت کی۔ ۱۲۰۵ء میں مصر پر حملہ کے دوران مسلمانوں نے اسے گرفتار کیا تھا۔

(المورد ۱۹۹۰ قسم الأعلام ص ۱۵۵ المنجد ایڈیشن ۲۸ ص ۶۱۸)

کیسی عجیب ہے وہ امت جو اپنے بہادر فاتحین (Heroes) کی تنقیص اور ناقدری کرتی ہے!۔اپنے ہاتھوں اپنی تاریخ کی صورت بگاڑتی ہے اور اپنی عظمت ورفعت کی عمارت منہدم کرتی ہے۔ہم میں سے بہت سے شر پسند آج یہی کچھ کررہے ہیں اور پھران شر پسندوں کے مکر وفریب کا اتنا پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ بہت سے نیک دل بھی اسے ہی حق سمجھنے لگتے ہیں۔

کوفہ کی گورنری اور عوام کے ساتھ حسن سلوک:

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ جب سے امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے کوفہ کے گورنر مقرر ہوئے انھوں نے اس بات کی کوشش کی کہ وہ عدل وانصاف اور سیرت وشرافت میں ، لوگوں کے ساتھ معاملات اور سلوک وبرتاؤ میں ایک مثالی حاکم ثابت ہوں جیسا کہ وہ اپنی معرکہ آرائیوں اور جہاد میں ایک ماہر جنگجو اوراسلام کی خدمات میں ایک مثالی قائد تھے جس طرح ایک اسلام کا پرچم بلند کرنے والے، اس کے پیغام کو عام کرنے والے اوراس کی جانب سے دفاع کرنے والے کے شایان شان ہوتا ہے۔ وہ پانچ برس تک کوفہ کے گورنر رہے اوراس پوری مدت میں ان کے گھر کی حالت یہ تھی کہ نہ اس میں دروازہ تھا اور نہ کوئی دربان تھا۔ اپنے اور پرائے ، پہچانے اور انجانے کسی کے لئے کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ ہر کس وناکس کو ہمہ وقت ملنے کی اجازت تھی اور ولید رضی اللہ عنہ کو

لوگوں سے چھپنے کی ضرورت بھی کیا تھی کہ پردے تو برائیوں کے لئے درکار ہوتے ہیں۔

فالستر دون الفاحشات ولا يلقاك دون الخير من ستر

در پردہ برائیاں انجام دی جاتی ہیں جن کی پردہ دری کا اندیشہ ہوتا ہے مگر نیکیوں اور بھلائی کے کاموں کو کسی حجاب کی ضرورت نہیں ہوتی۔

ولید رضی اللہ عنہ نے مسافروں کے لئے ضیافت خانے تعمیر کئے۔ لوگوں میں خوشحالی اور فارغ البالی پیدا کرنے کے تمام جتن کئے۔ بچوں اور غلاموں کا وظیفہ مقرر کیا۔ غلاموں کو ہر ماہ اتنا فاضل مال دیتے کہ رفتہ رفتہ ان میں فراخی آجاتی نیز ان کے آقاؤں کو مطلوبہ مال سے کم وصولی کا حکم بھی نہ تھا کہ آقاؤں پر ظلم ہوتا۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ لوگ اس نیک دل امیر کے گرویدہ ہوتے۔ اس سے محبت کرتے چنانچہ تھا بھی ایسا کہ عوام کی اکثریت اس مثالی امیر سے محبت کرتی تھی اور اس کی حکومت کی پوری مدت میں لوگوں کا دل اس سے خوش تھا۔ مگر شر پسندوں اور فساد پروروں کا ایک گروہ ایسا تھا جنھوں نے ولید رضی اللہ عنہ کی ایذا رسانی کے لئے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی اور سدا ان کو ضرر پہنچانے کے لئے گھات میں لگے رہتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ ان کی مجرمانہ پشت پر ولید رضی اللہ عنہ کے

ہاتھوں شریعت کا کوڑا برس چکا تھا۔

ان میں سے ایک کا نام ابوزینب بن عوف الأزدی تھا۔ دوسرے کا نام ابومورع اور تیسرے کا نام جندب ابوزہیر تھا۔ قصہ یہ ہے کہ ان کے بیٹوں کو حکومت نے گرفتار کر کے سزا دی تھی۔ ان کا جرم یہ تھا کہ انھوں نے ایک رات ابن حیسمان کے گھر میں نقب زنی کی اور انھیں قتل کر ڈالا۔ اتفاق کی بات کہ ان کے پڑوس میں ایک صحابی مہمان تھے جو اپنے بیٹے کے ساتھ مدینہ سے کوفہ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے اس لشکر میں شامل ہونے کی غرض سے تشریف لائے تھے جو اسلامی دعوت پھیلانے اور اسلامی فتوحات کو وسعت دینے کے لئے مشرق کی جانب بڑھ رہا تھا۔

اس تاریک رات میں جب ان شرپسندوں نے ابن حیسمان کے گھر پر حملہ کیا، یہ صحابی اپنے بیٹے کے ساتھ وہاں موجود تھے۔ چنانچہ انھوں نے اور ان کے بیٹے نے ان مجرم قاتلوں کے خلاف گواہی دی اور ولید رضی اللہ عنہ نے مقام رحبہ میں باب القصر کے سامنے ان پر شریعت کا حکم نافذ کیا۔ اس کے بعد ان مجرموں کے باپوں نے اپنے دلوں میں یہ شیطانی عہد ٹھان لیا کہ اس امیر کے خلاف وہ ضرور کوئی چال چلیں گے اور کسی فریب سے اسے ضرور اذیت پہنچائیں گے۔ چنانچہ ان کے خلاف اپنے ایجنٹ پھیلا دیئے جو ولید رضی اللہ عنہ کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھتے اور ان کی مکمل نگرانی کرتے تھے۔

ہم گذشتہ صفحات میں بیان کر چکے ہیں کہ ولید رضی اللہ عنہ کا گھر ہر کس و ناکس کے لئے ہمہ وقت کھلا رہتا تھا۔

شراب کی کہانی اور اس کی حقیقت:

ایک دن کا واقعہ ہے کہ ولید رضی اللہ عنہ کے گھر میں شمال کا ایک نصرانی شاعر مہمان تھا۔ سرزمین جزیرہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے بعد میں ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ مذکورہ شرپسندوں کے بدبخت جاسوسوں نے یہ سمجھا کہ یہ نصرانی شاعر ضرور شراب پیتا ہوگا اور شاید ولید رضی اللہ عنہ شراب سے اس کی ضیافت بھی کریں۔ لہٰذا انھوں نے ابوالمورع، ابوزینب اور ان کے ساتھیوں کو بلایا اور وہ سب یک بیک مسجد کے کنارے سے ولید رضی اللہ عنہ کے گھر میں گھس پڑے۔ ان کے گھر میں نہ دروازہ تھا اور نہ کسی کے لئے اندر آنے کی رکاوٹ تھی جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ جب اچانک ان لوگوں کا سامنا ہوا تو انھوں نے کوئی چیز ان کی نظروں سے ہٹا کر چارپائی کے نیچے ڈال دی۔ ان میں سے کسی نے ولید رضی اللہ عنہ کی اجازت کے بغیر اس کو وہاں سے نکال لیا۔ وہ ایک طشت تھا جس میں انگور کے چند دانے پڑے تھے۔ ولید رضی اللہ عنہ نے شرم کے مارے اسے ہٹا دیا تھا تاکہ لوگوں کو یہ معلوم نہ ہو کہ ایک سادہ پلیٹ ہے جس میں انگور کے چند دانوں کے سوا کچھ نہیں۔

جب ان دشمنوں نے دیکھا تو مارے شرم کے پانی پانی ہو گئے اور آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور جب یہ حکایت لوگوں کے کانوں تک پہنچی تو انھوں نے بھی سب وشتم اور لعن طعن کی۔ لیکن ولید رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ کو نظر انداز کر دیا اور چشم پوشی کرتے ہوئے عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع نہ دی۔ خاموش رہے اور صبر کیا مگر جندب اور ابومورع بار بار اپنی چالیں دہراتے رہے۔ وہ کوئی ایسا موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے جس کی صورت بگاڑ کر اور اپنی طرف سے جھوٹ ملا کر ولید رضی اللہ عنہ کو بدنام کیا جا سکے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ولید رضی اللہ عنہ نے حکومت کے چند عہدیداروں کو ان کی بدکرداری کی وجہ سے ان کے مناصب سے معزول کر دیا تھا۔ ان لوگوں نے مدینہ کا رخت سفر باندھا۔ امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ سے ولید رضی اللہ عنہ کی شکایت کی اور کوفہ سے ان کی معزولی کا مطالبہ کیا۔ دوسری طرف جب کہ یہ لوگ مدینہ میں تھے، ابوزینب اور ابومورع لوگوں کی بھیڑ میں کوفہ کی دار الامارت میں داخل ہوئے اور وہاں اتنی دیر تک ٹھہرے رہے کہ ولید رضی اللہ عنہ وہاں سے ہٹ کر آرام کرنے لگے۔ بقیہ لوگ نکل گئے لیکن ابوزینب اور ابومورع رکے رہے اور پھر ولید رضی اللہ عنہ کے گھر سے ان کی انگوٹھی چرائی اور نکل آئے۔

ولید رضی اللہ عنہ جب بیدار ہوئے اور اپنی انگوٹھی نہیں پائی تو اپنی بیویوں سے

پوچھا جو پردے کی آڑ سے ولید رضی اللہ عنہ کے زائرین کو دیکھا کرتی تھیں۔انھوں نے بتایا کہ آخر میں دو شخص بچے تھے جن کا حلیہ ایسا اور ایسا تھا اور جن کی یہ اور یہ صفت تھی۔ ولید رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوگیا کہ وہ ابوزینب اور ابومورع ہی ہیں اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ انھوں نے انگوٹھی یوں ہی نہیں چرائی ہے بلکہ اس کے پیچھے کوئی بدترین سازش ہے جس کی راتوں رات انھوں نے تدبیر کی ہے۔ چنانچہ ان کی تلاش میں آدمی بھیجے مگر وہ کوفہ میں نہ مل سکے۔ وہ دونوں فوراً مدینہ کی جانب کوچ کر چکے تھے۔ان دونوں نے ولید رضی اللہ عنہ کے خلاف دو جھوٹے گواہ پیش کئے کہ انھوں نے شراب پی ہے۔عثمان رضی اللہ عنہ نے گواہوں سے پوچھا: تم نے کیا دیکھا؟ انھوں نے کہا: ہم ان سے ملاقات کو آئے تھے جب گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ شراب قے کر رہے تھے۔عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا شراب کی قے وہی کرے گا جس نے شراب پی ہو۔ ولید رضی اللہ عنہ کو کوفہ سے بلایا گیا۔ انھوں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے قسم کھا کر ساری خبر اور اس کی تفصیلات بتائی تو عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ہم حد لگائیں گے اور جھوٹے گواہ جہنم میں جائیں گے۔''

یہ وہ قصہ ہے جس کے ذریعہ ولید رضی اللہ عنہ پر شراپ پینے کی تہمت لگائی جاتی ہے۔ جیسا کہ تاریخ طبری میں ۳۰ھ کے حوادث میں مذکور ہے۔ اس میں اس کے سوا کچھ اور نہیں ہے جب کہ اس کے مصادر متعدد ہیں۔طبری کے اندر اس

خبر کے عناصر کچھ اس طرح ہیں:

ایک یہ کہ ولید رضی اللہ عنہ کے خلاف دونوں گواہ ان کینہ پروروں اور بغض رکھنے والوں میں سے تھے جن کی خیانت اور حقد کی شہادت بار بار مل چکی تھی۔ نیز گواہی میں صلاۃ کا ذکر اصلاً موجود ہی نہیں ہے چہ جائیکہ دو یا چار رکعت کا ذکر ہو۔

اس واقعہ میں صلاۃ کی زیادتی کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ یہ خبر حضین بن منذر سے منقول ہے کہ جس وقت عثمان رضی اللہ عنہ نے ولید رضی اللہ عنہ پر حد لگائی یہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے پاس تھے۔ امام مسلم نے اسے اپنی صحیح میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے: شهدت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ وأتي بالوليد قد صلى الصبح(ركعتين) ثم قال أزيدكم ؟ فشهد عليه رجلان أحدهما حمران أنه شرب الخمر وشهد آخر أنه رآه يتقيأ

(ب ۸ ح ۳۸ ج ۵ ص ۱۲۶)

چنانچہ روایت میں یہ بات نہیں ہے کہ گواہوں نے اس بات کی گواہی دی ہو کہ ولید رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز دو رکعت پڑھائی پھر کہا: کیا اور پڑھاؤں؟ بلکہ ایک نے شراب پینے کی گواہی دی اور دوسرے نے قے کرنے کی۔ رہی بات دو رکعت صلاۃ صبح اور کلمۂ (أزيدكم) کی تو یہ حضین کا کلام ہے اور یہ شاہد

نہیں تھے اور نہ ہی مزعومہ حادثہ کے وقت کوفہ میں تھے۔ پھر اس معروف انسان پر تہمت کے اس عنصر کی انھوں نے سند نہیں بیان کی ہے اور تعجب کی بات ہے کہ صحیح مسلم کی یہی روایت حضین ہی سے مروی ہوکر مسند احمد میں تین جگہ وارد ہے اور حضین سے صحیح مسلم میں جس نے روایت کی ہے مسند احمد کی تینوں روایتوں میں اسی نے روایت کی ہے۔ پہلی اور دوسری روایت میں صلاۃ کا ذکر نہیں (۱/۸۲، ۱۴۰، ط۔۱، ۲/۲۶۴، ۱۱۸۴، ط۔۲) شاید ان کے بعد کسی راوی نے یہ محسوس کیا کہ صلاۃ کی بات گواہوں کی بات نہیں۔ اس لئے اس نے حد لگائے جانے کے ذکر پر اکتفا کیا۔ مسند احمد کی تیسری روایت (۱/۱۴۴، ۱۴۵، ط۔۱، ۲/ ۱۲۲۹، ط۔۲) میں حضین کی زبانی یہ مذکور ہے کہ ولید رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو صبح کی صلاۃ چار رکعت پڑھائی اور یہ چیز خود حضین کی زبانی آئی ہوئی صحیح مسلم کی روایت کے خلاف ہے لہٰذا کسی ایک روایت میں تحریف ہے جس کا سبب اللہ ہی کو معلوم ہے۔ دونوں حالتوں میں صلاۃ کا ذکر حضین نے کیا ہے اور یہ خود شاہد نہیں ہیں، نہ ہی انھوں نے کسی شاہد سے روایت کی ہے لہٰذا ان کی بات کے اس حصہ کا کوئی اعتبار نہیں۔

اس حادثہ کے سلسلہ میں کینہ پروروں کی سازش کے بارے میں طبری کے حوالہ سے آپ تفصیلات جان چکے ہیں۔ اب ذرا حمران کے بارے میں

معلوم کرتے چلیں۔

حمران عثمان رضی اللہ عنہ کا غلام تھا۔ ولید رضی اللہ عنہ کے خلاف گواہی دینے سے قبل ہی اس نے اللہ تعالیٰ کی ایک معصیت کا ارتکاب کیا تھا اور وہ یہ کہ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک مطلقہ عورت سے اس کے پہلے شوہر کی عدت مکمل ہونے سے قبل نکاح کیا اور دخول بھی کیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ اس وجہ سے نیز دیگر سابقہ امور کی بنا پر اس پر بہت ناراض ہوئے، اس کو اپنے یہاں سے بھگا دیا نیز مدینہ شہر سے بھی نکال باہر کیا۔ چنانچہ یہ کوفہ آ گیا اور وہاں فساد پھیلانا شروع کر دیا۔ عامر بن قیس جیسے عابد وزاہد شخص کے خلاف افراد حکومت کو بھڑکایا اور ان پر جھوٹا الزام لگایا جس کی وجہ سے انھیں ملک شام بھیج دیا گیا۔

میں اس گواہ اور اس سے پہلے مذکور دونوں گواہوں کا معاملہ قاری کے ضمیر پر چھوڑتا ہوں۔ وہ ان کے بارے میں جو چاہے فیصلہ کرے۔ میرا اپنا خیال تو یہ ہے کہ ان جیسے گواہوں کی بنا پر کسی متہم بازاری شخص اور بدنام چرواہے پر بھی حد نہیں لگائی جائے گی چہ جائیکہ ایک مجاہد صحابی پر جس کے ہاتھ میں خلیفۂ وقت نے اسلامی مملکت کے ایک حصہ کی امانت اور لشکروں کی قیادت دے رکھی ہو۔ وہ اللہ کی امانتوں کا سچا نگہبان اور لوگوں میں اپنی حسن سیرت میں معروف ہو۔ اسلام کے تینوں سب سے کامل اور عظیم خلفاء راشدین ابوبکر

وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کے نزدیک قابل اعتماد رہ چکا ہو۔

اور جہاں تک عثمان رضی اللہ عنہ سے ولید رضی اللہ عنہ کی قرابت کا تعلق ہے جس کے بارے میں اہل دروغ کا خیال ہے کہ یہی ان کی محبت کا سبب تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہی ان کی معزولی اوران پر شدت کا سبب تھا تا کہ یہ نہ کہا جا سکے کہ عثمان رضی اللہ عنہ اپنے قرابت داروں کے سلسلہ میں ہوا پرست واقع ہوئے ہیں۔

ولید رضی اللہ عنہ کے خلاف گواہی دینے والوں کی حالت اوران کی ناخدا ترسی آپ دیکھ چکے۔ اب ولید رضی اللہ عنہ کے حق میں گواہی دینے والے کی حالت اوراس کا بیان سنئے۔

تاریخ اسلامی کے عظیم ترین قاضی جو اپنے علم وفضل اور عدل وانصاف میں شہرت رکھتے ہیں، میری مراد عامر بن شراحیل الشعبی سے ہے۔ طبری کی روایت ہے (۵/۶۰) کہ جب انھوں نے مسلمہ بن عبد الملک کی بہادری کے آغاز میں ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے پوتے سے مسلمہ کے جہاد کی داستان سنی تو فرمایا: اس وقت تمھارا کیا حال ہوتا اگر تم نے ولید رضی اللہ عنہ کی جنگوں اوران کی امارت کو پایا ہوتا! وہ جنگ کرتے ہوئے وہاں اور وہاں تک پہنچ گئے تھے۔۔۔ کوئی کوتاہی نہ کی، نہ ہی کسی نے ان کی مخالفت کی حتی کہ معزول کر دیئے گئے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب ولید رضی اللہ عنہ کے لشکر کے عظیم قائد عبد الرحمٰن الباہلی روس میں بحر خزر

کے آگے دربند کے دروازوں پر دستک دے رہے تھے جو اس وقت دنیا کا مضبوط ترین قلعہ تھا۔ نیز عثمان رضی اللہ عنہ نے ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں یہ بھی کیا تھا کہ کوفہ کے ہر غلام کو زائد مال کا تیسرا حصہ دیا کرتے تھے تاکہ ان میں فراخی آئے بغیر اس کے کہ ان کے آقا ان سے طلبی میں کچھ کمی کریں۔

یہ ولید رضی اللہ عنہ کے حق میں امام شعبی رحمہ اللہ کی شہادت ہے۔ ان کی کامیاب جنگ و جہاد کے سلسلہ میں بھی اور اپنی رعایا کی فراخی اور کشادہ حالی کے لئے احسان کرنے میں بھی۔ جس سے باطل پرستوں کی آنکھیں پھوٹتی ہیں اور نیک دل بندوں کی آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے مظلوم بھائی سے مخاطب ہوکر سچ ہی فرمایا تھا: ''ہم حد لگائیں گے اور جھوٹے گواہ جہنم میں جائیں گے۔''

ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين آمنوا ربنا إنك رؤف رحيم.

چند اشعار اور ان کی غیر معقولیت:

ہم دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ جو شریفوں کی عزت سے کھیلتے ہیں ان چھ ابیات کو بھی پیش کرتے ہیں جو بیہودہ اور خسیس النفس ابوالفرج اصفہانی کی طرف منسوب ہیں اور اس کے دیوان الأغانی کے صفحہ ۸۵ پر مذکور ہیں۔ حقیقت

یہ ہے کہ جن کو ادبی تنقید کا سلیقہ نہیں ان کو ان ابیات کے تعارض واختلاف کا شعور نہیں ہوتا۔ ملاحظہ ہو:

وراوا شمائل ماجد أنف يعطى على الميسور واليسر

فنزعت مكذوبا عليك ولم تردد إلى عوز ولا فقر

لوگوں نے اس غیور صاحب مجد کو دیکھا جو تنگی و تونگری ہر حال میں دیتا ہے۔ میں نے تجھ پر بہتان باندھا مگر اس کے باوجود تو نے مجھے فقر و محتاجی کے حوالہ نہیں کیا۔

کہاں ان ابیات میں ولید رضی اللہ عنہ کی مدح اور کہاں بقیہ ابیات؟! جن میں سے ایک یہ بھی ہے:

نادی وقد تمت صلاتهم أأزيدكم ثملا ومايدرى

اس نے صلاۃ مکمل کر کے کہا: ''کیا اور پڑھاؤں؟'' وہ شراب سے مدہوش تھا، اسے کچھ شعور نہ تھا۔

یہ انتہائی غیر معقول ہے کہ جس شخص نے آخری مصرعہ کہا ہو پہلے دونوں مصرعے بھی اسی کی زبان سے نکلے ہوں اور اس نے ایک ہی قطعہ میں جو چھ مصرعوں سے زیادہ نہیں مدح بھی کی ہو اور ہجو بھی۔ تعریف بھی کی ہو اور مذمت بھی۔ تخلیط فی الشعر کے سلسلہ میں میرا (علامہ محبّ الدین خطیب رحمہ اللہ کا)

ایک طویل مقالہ ہے جس میں میں نے بہت سی ایسی مثالیں پیش کی ہیں کہ کس طرح ایک شاعر کے قصیدے میں دوسرے شاعر کی عجیب وغریب ابیات کو داخل کر دیا گیا ہے اور دونوں کا وزن اور روی ایک ہے۔ بہر حال مقصود یہ ہے کہ صلاۃ کی یہ کہانی بھی ثابت نہیں ہے اور عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے گواہوں نے اس کہانی کا دعوی نہیں کیا باوجودیکہ انھیں اللہ یا روز آخرت کا کوئی خوف نہ تھا۔

خاتمہ:

یہ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مختصر گذارشات تھیں جنھیں افادۂ عامہ کی خاطر حوالۂ قرطاس کر دیا گیا ہے۔ کھلے دل ودماغ کے لئے اتنی باتیں کافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حق کی بصیرت عطا فرمائے اور صراط مستقیم پر گامزن رکھے۔ آمین ۱/۱۱/۱۹۹۲ء